قسط۔ ۴

شہدائے کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

(۶۵) سعید بن عبد اللہ حنفی

کوفہ کے معزز شیعوں میں سے تھے اور شجاعت اورعبادت کی صفت سے موصوف تھے۔

نمایندگی

جب اہل کوفہ نے جلسہ کرکے امام حسینؑ کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا تو حضرت کے نام پہلا خط عبد اللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ بھیجا گیا۔ پھر دو دن کے عرصہ میں ترپن (۵۳) عرضداشتیں مختلف اشخاص کی طرف سے لکھی گئیں۔ وہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن کدن ارحبی اور عمارۃ بن عبید سلولی کے ہاتھ روانہ کی گئیں، سب کے آخر میں ایک خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

''جلدی تشریف لائیے، لوگ آپ کے منتظر ہیں، بہت جلدی کیجئے''۔ یہ خط ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔[1]

یہ شیعیان کوفہ کی طرف کا سب سے آخری وفد تھا۔ اس کے علاوہ ایک خط شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر وغیرہ کا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، میوے رسیدہ ہیں، چشمے پر آب ہیں اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہے۔

(۱) طبری، ج ۶ ص ۱۹۷

اس خط کی نوعیت پر میں نے امامیہ مشن کی سب سے پہلی کتاب میں مفصل تبصرہ کیا ہے۔[1]

مؤلف 'ابصار العین' نے دھوکا کھایا ہے کہ انھوں نے سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ جانے والا خط یہی قرار دیا ہے جو شبث بن ربعی وغیرہ کا بھیجا ہوا تھا۔[2]

حضرت سید الشہداءؑ نے ان خطوط کا جواب ان ہی دونوں نمایندوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک سعید بن عبداللہ حنفی تھے۔ آپ کے خط میں ان کے نام کا حوالہ بھی مذکور تھا۔ آپ نے لکھا تھا۔

''من حسين بن علی الی
الملأمن المومنين والمسلمين
اما بعد فانّ هانئا و سيعدا قدما
علی بكتبكم و كانا أخر من قدم
عليّ من رسلكم وقد فهمت كلّ
الّذی اقتصصتم۔۔۔الخ''

یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کا جماعت مومنین و مسلمین کی طرف، ہانی اور سعید میرے پاس تمہارے خطوط لے کر وارد ہوئے اور یہ دونوں سب سے آخری تمہارے نمایندے تھے جو میرے پاس پہنچے میں نے تمہارے خطوط کو دیکھا اور ان کے مضمون پر مطلع ہوا۔

(۱) قاتلان حسینؑ کا مذہب، طبع چہارم، ص ۶۶-۶۹

(۲) ابصار العین، ص ۱۲۵ (۳) طبری، ج ۶ ص ۱۹۷

اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ میں تمہاری جانب اپنے چچا زاد بھائی اور معتمد عزیز مسلم بن عقیلؑ کو بھیجتا ہوں۔ یہ تمہارے حالات سے مجھ کو مطلع کریں گے۔‘‘

دونوں آدمیوں کو اس خط کے ساتھ حضرت مسلمؑ کے آگے روانہ کیا اور قیس بن مسہرؒ اور عبدالرحمنؒ اس کے بعد مسلم کی ہمراہی میں روانہ ہوئے۔ (۱)

جلسہ میں تقریر

جب حضرت مسلمؑ کوفہ میں وارد ہوئے اور مختار کے مکان میں فروکش ہوئے اور شیعیان کوفہ آپ کے پاس مجتمع ہوئے اور آپ نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا جس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکریؒ نے تقریر کی جو ان کے حالات میں آئے گی اور حبیب بن مظاہرؒ نے اس کی تائید کی جس کا تذکرہ ان کے حالات میں آچکا۔ (۲)

اس کے بعد سعیدؒ بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تائید کی، ان سب تقریروں کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم دوسروں کے ذمہ دار نہیں مگر اپنی جانب سے ہر طرح امداد کے لئے تیار ہیں۔ (۳)

اس کے بعد جب جناب مسلمؑ کے لئے حالات میں انقلاب ہوا اور جنگ کی صورت پیش آئی، تو کوئی تذکرہ سعید بن عبداللہؒ کا دکھلائی نہیں دیتا۔ ’ابصار العین‘ میں ہے کہ حضرت مسلمؑ نے آپ کو خط دے کر امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس کے بعد وہ امامؑ ہی کے ساتھ رہے۔ (۴)

ممکن ہے جناب مسلمؑ نے متعدد خطوط لکھے ہوں کیونکہ ایک خط کا تذکرہ عابسؒ بن ابی شبیب شاکری کے حالات میں آئے گا کہ وہ لے کر امامؑ کے پاس گئے تھے۔

امامؑ کا خطبہ اور اس کا جواب

شب عاشور جب امام حسینؑ نے اپنے اصحابؒ کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے سب کو اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

’’تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ ان لوگوں کو مجھ سے کام ہے تم سے نہیں ہے۔‘‘

تو اسے سن کر پہلے تو بنی ہاشم نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا۔ پھر انصارؒ کی نوبت آئی تو مسلمؒ بن عوسجہ نے تقریر کی جو ان کے حالات میں پیش ہو چکی ہے۔ (۱)

اس کے بعد سعیدؒ بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور یہ جوش وولولہ سے بھرے ہوئے الفاظ کہے:

’’واللہ لا نخلّیک حتی یعلم اللہ انّا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ فیک واللہ لو علمت انّی اقتل ثمّ احیا ثمّ احرق حیّا ثمّ اذرّ یفعل ذلک بی سبعین مرّۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک فکیف لا افعل ذلک وانّما ھی قتلۃ واحدۃ ثم ھی الکرامۃ الّتی لا انقضاء لھا۔‘‘

’’خدا کی قسم! ہم آپ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ خدا کے سامنے سبکدوش نہ ہوں اس ذمہ داری سے جو رسولؐ اللہ کے بعد ہم پر آپ کے متعلق عائد ہوتی ہے۔ بخدا اگر میں قتل کیا جاؤں، پھر

---

(۱) ابصار العین، ص ۱۲۶ (۲) شہدائے کربلا حصہ اول ص (۱۰۱)

(۳) طبری، ج ۶ ص ۱۹۹ (۴) ابصار العین، ص ۱۲۶

(۱) شہدائے کربلا حصہ اول ص ۱۱

زندہ ہوں، پھر جیتے جی جلا دیا جاؤں،
پھر میری خاک ہوا میں منتشر کی جائے اور
یہی میرے ساتھ ستر (۷۰) مرتبہ سلوک ہو
تب بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا یہاں
تک کہ آخری موت مجھے آپ کے قدموں
پر آئے پھر ایسا کیوں کر نہ کروں گا جبکہ یہ
صرف ایک دفعہ کا قتل ہونا ہے اور پھر وہ
عزت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔''

نماز ظہر

نماز کا وقت آچکا تھا۔ اسی کی مہلت مانگنے کے سلسلہ میں حبیبؓ بن مظاہر درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور اس کے بعد بھی جنگ ملتوی نہیں ہوئی اور مہلت نہیں دی گئی۔ ایسے موقع کے لئے شرع نے نمازِ خوف کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ فوج کے دو (۲) حصے ہو جائیں ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کرے اور دوسرا نماز میں شرکت کرے، امامؑ نماز کو طول دے۔ یہاں تک کہ پہلا حصہ اپنی نماز کو تخفیف کے ساتھ تمام کر کے جائے اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو تو پہلا حصہ فوج کا آ کر نماز میں شریک ہو۔

امامؑ نے اپنی اس مختصر فوج کی تقسیم اسی طرح کی۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار میں لکھا ہے:

''قال الحسین لزهیر بن القین
و سعید بن عبدالله تقدّما امامی
حتّی اصلی الظهر فتقدما امامه فی
نحو من نصف اصحابه حتّی صلّی
بهم صلوة الظهر۔''

''امامؑ نے زہیرؓ بن قین اور سعیدؓ بن
عبداللہ حنفی سے فرمایا کہ تم دونوں آگے بڑھو
یہاں تک کہ میں نماز ظہر پڑھوں۔ یہ
دونوں اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے
ساتھ آگے بڑھے اور حضرت نے نماز خوف
ادا کی۔''

بے مثال جانبازی اور شہادت

ظہر کی نماز کے بعد جنگ شدت کے ساتھ ہونے لگی۔ دشمن کی فوج آگے بڑھتی ہوئی امامؑ سے بہت نزدیک آگئی اس موقع پر سعیدؓ بن عبداللہ نے عجب طرح جاں نثاری کے فرائض کو انجام دیا۔ وہ امامؑ کے سامنے سپر بن کر کھڑے ہو گئے اور جو تیر داہنے یا بائیں طرف سے آتا تھا اسے وہ اپنے جسم پر لینے لگے یہاں تک کہ زخموں کی کثرت سے زمین پر گرے اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ [1]

اسی بے مثال وفاداری اور جان بازی کا نتیجہ ہے کہ زیارت شہداءؑ میں ان پر ممتاز الفاظ میں سلام کیا گیا:

''السلام علی سعید بن عبدالله
الحنفی القائل للحسین و قد اذن
له فی الانصراف لا والله لا
نخلّیک حتیٰ یعلم الله انا قد حفظنا
غیبة رسول الله صلی الله علیه و آله
و سلم فیک و الله لو اعلم۔

انی اقتل ثم احیی ثم احرق ثم
ابعث حیّا ثم اقتل ثم احرق ثمّ
اذریٰ و یفعل ذلک بی سبعین
مرّة ما فارقتک حتیٰ القیٰ
حمامی دونک و کیف افعل
ذلک و انّما هی موتة او قتلة

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۲

واحدة ثم هی الکرامة التّی لا انقضاء لها ابدا فقد لقیت حمامک و واسیت امامک و لقیت من الکرامة فی دار المقامة حشرنا اللہ معکم فی المستشهدین و رزقنا مرافقتکم فی اعلی علیین۔"

"سلام سعید بن عبداللہ حنفی پر جنہوں نے حسینؑ سے کہا: اس وقت جب آپ نے انہیں واپس جانے کی اجازت دی کہ خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان لے کہ ہم نے رسولؐ اللہ کے بعد آپ کے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کردیا۔

بخدا اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا پھر جلایا جاؤں گا پھر زندہ ہوں گا پھر قتل ہوں گا پھر جلایا جاؤں گا پھر میری خاک ہوا میں منتشر کردی جائے گی یہی میرے ساتھ ستر مرتبہ ہوگا تب بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ آخر میں آپ ہی کے قدموں پر موت آئے پھر میں اس وقت کیوں کر آپ کا ساتھ چھوڑوں جب کہ یہ ایک دفعہ کا مرنا یا قتل ہونا ہے پھر وہ عزت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔"

بیشک تم نے جان دی او رامام کے ساتھ جاں بازی کا فرض انجام دیا۔ اور بہشت کی عزت کو حاصل کیا۔ خدا ہم کو تمہارے ساتھ شہداء کے زمرہ میں محسوب کرے اور بلند ترین درجات آخرت میں تمہاری رفاقت نصیب کرے۔

ابن شہر آشوب نے سعیدؓ بن عبداللہ کی شہادت کو عام طور پر مبارز طلبی کے عنوان سے لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں حجاجؓ بن مسروق کے بعد سعیدؓ بن عبداللہ حنفی میدان جنگ میں آئے اور رجز پڑھی، جنگ کی اور شہید ہوئے۔[1]

(٦٦) زُہیرؑ بن القین بن قیس البجلی

ابتدائی حالات

اشراف عرب میں سے کوفہ کے باشندہ، بہادر تھے اور لڑائیوں میں شریک ہو چکے تھے۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کے بعد سے مسلمانوں میں "عثمانی اور "علوی" کے نام کی تفریق پیدا ہو گئی تھی۔ جو لوگ امیر معاویہ کے طرفدار تھے ان کو 'عثمانی'' کہا جاتا تھا۔ اور جو جناب امیرؑ کی طرف تھے وہ 'علوی' کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ زہیرؓ عام طور پر 'عثمانی' جماعت سے متعلق سمجھے جاتے تھے اور اہلبیتؑ کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ رکھتے تھے۔

حج سے واپسی

زہیرؓ نے ٦٠ھ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج کیا۔ واپسی میں امام حسینؑ کا ساتھ ہو گیا۔ زہیرؓ اگرچہ امامؑ کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتے تھے لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی خاندانی شخصیت وعظمت سے مرعوب ضرور ہیں۔ یعنی انہیں اس کا خیال تھا کہ اگر حسینؑ بن علیؑ مجھ سے کوئی خواہش کریں گے تو مجھ سے رد کرنا اس کا ممکن نہ ہوگا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ وہ امام حسینؑ کے قافلہ سے دور دور

(۱) مناقب، ج۴ ص۹۵

رہتے تھے۔ امام حسینؑ اگر منزل سے آگے بڑھ گئے تو زہیرؓ نے منزل پر قیام کرلیا۔ اور اگر امامؑ کسی منزل میں ٹھہر گئے تو زہیرؓ نے اپنے قافلہ کو آگے بڑھا دیا۔ یہ صرف اسی لئے تھا کہ امامؑ سے ملاقات نہ ہونے پائے۔

امامؑ سے ملاقات

اتفاق سے ایک منزل پر ایسا ہوا کہ زہیرؓ کو بھی اسی جگہ قیام کرنا پڑا جہاں امامؑ فروکش تھے۔ امامؑ کے خیمے ایک طرف برپا تھے، زہیرؓ کے خیام دوسری جانب برپا ہوگئے۔ ان لوگوں نے خوردونوش کا تہیّہ کیا اور دسترخوان بچھا۔ ابھی کھانے میں مصروف ہی تھے کہ امام حسینؑ کا قاصد آگیا اور سلام کیا اس نے زہیرؓ بن قین سے کہا کہ مجھے آپ کے پاس ابوعبداللہ الحسینؑ بن علیؑ نے بھیجا ہے اور آپ کو بلایا ہے۔''

جو اندیشہ دل میں تھا وہ سامنے آگیا۔ ہاتھوں سے نوالے چھوٹ گئے اور سناٹا چھا گیا۔

زہیرؓ کی زوجہ ایک شریف خاندان کی عورت دلہم بنت عمرو تھی، اس کا بیان ہے کہ میں نے جو زہیرؓ کو متردد دیکھا تو میں نے کہا ''سبحان اللہ! فرزندِ رسولؐ تم کو بلوائیں اور تم جانے میں تامل کرو۔ ارے جاکر سنو تو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ پھر واپس چلے آنا۔

زہیرؓ گئے اور تھوڑی دیر میں خوش خوش واپس آئے۔ چہرہ ان کا دمک رہا تھا۔ انہوں نے کہا: ''ہمارا خیمہ ''اسباب اور سامان سب امام حسینؑ کے قافلہ کی طرف پہنچا دیا جائے۔'' خیمہ اکھاڑا گیا اور پہنچایا گیا۔

اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں، تم اپنے قبیلہ میں چلی جاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا میرے سبب سے تمہیں کوئی ناگوار امر درپیش ہو۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو شخص تم میں سے میرے ساتھ آنا چاہے وہ میرے ساتھ آئے، ورنہ یہ آخری ملاقات ہے۔

میں تم سے واقعہ بیان کروں۔ بلنجر کی لڑائی میں جب ہم لوگوں کو فتح ہوئی او راموال غنیمت حاصل ہوئے تو سلمان باہلی نے کہا کہ تم لوگ خوش ہو رہے ہو اس فتح اور غنیمت کے مال سے؟ جب جوانان آل محمدؐ کی نصرت میں جہاد کرنا تو اس سے زیادہ خوش ہونا ان فوائد کے لحاظ سے جو حاصل ہوں گے۔ اچھا میں اب تم سب سے رخصت ہوتا ہوں۔ (۱)

خوش نہادی اور ضمیر کی صفائی داعی حق کی پرخلوص آواز میں بجلی کی طاقت پیدا کردیتی ہے۔ بیشک یہ زہیرؓ کے نفس کی پاکیزگی تھی کہ وہ اگرچہ ماحول اور دوسرے خارجی اسباب کی بنا پر ایک دوسری جماعت سے متعلق تھے لیکن سچی ہدایت کے مختصر جملوں ہی نے ان کو ولولہ اور جوش ایمانی سے بھر دیا۔ ان کو وہ پیشین گوئی بھی یاد آگئی جو رسولؐ کی زبانی سن کر بہت سے صحابہ وتابعین کی زبانوں پر آیا کرتی تھی۔

بلنجر کی لڑائی جس کا حوالہ دیا گیا ہے حضرت عثمان کے عہد حکومت میں ہوئی ہے، اس موقع پر فوج کے سردار سلمان بن ربیعہ باہلی تھے اور وہ اس مہم کے سر ہونے کے بعد وہیں قتل ہوئے۔ اسی کے متعلق عبدالرحمن باہلی شاعر نے کہا ہے:

وانّ لنا قبرین قبر بلنجر
وقبرا بارض الصین یالک من قبر

''ہمارے خاندان کی دو خاص قبریں

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۲۵-۲۲۴

ہیں ایک وہ جو بلنجر میں ہے اور دوسری
چین کے قبرستان میں۔کیا کہنا اس قبر کا۔''

یہاں پہلی قبر سے مراد سلمان باہلی کی قبر اور دوسرے سے ''قتیبہ'' بن مسلم باہلی کی قبر مراد ہے۔

ابن اثیر کے بیان کے مطابق اس لڑائی میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ بہت ممکن ہے کہ مذکورہ پیشین گوئی حضرت سلمانؑ کی زبان سے نکلی ہو اور وہ سلمانؑ باہلی کی جانب منسوب ہوگئی۔ (۱)

امامؑ کا خطبہ اور زہیر کا پرخلوص جواب

''ذوحسم'' کے مقام پر جب حرّ کا لشکر امامؑ کی مزاحمت کے لئے آچکا ہے تو حضرت نے اپنے اصحابؑ کے سامنے خطبہ ارشاد کیا جس میں حمد وثنائے باری کے بعد فرمایا:

''انّه قد نزل من الامر ما قدترون و انّ الدنيا قد تغيرت و تنكرت و ادبر معروفها واستمرت جذا فلم يبق منها الاصبابة كصبابة الانآء و خسيس عيش كالمرعى الوبيل الاترون انّ الحق لا يعمل به و انّ الباطل لا يتناهى عنه يرغب المئومن فى لقاء الله محقّا فانّى لا ارى الموت الاشهادة و لا الحيوة مع الظالمين الابرما۔''

''صورت حال جو پیش آئی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو اور یقیناً دنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور اس کی نیکی رخصت ہوچکی ہے اور اس میں کچھ رہ نہیں گیا ہے سوائے تھوڑے حصّہ کے جو پانی کے بہنے کے بعد برتن میں بچ رہتا ہے اور ایک پست زندگی مثل زہریلی گھانس کے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے علٰحدگی نہیں اختیار کی جاتی۔اس صورت میں مومن یقینا خدا کی ملاقات کا آرزو مند ہوتا ہے، میرے نزدیک تو موت کی صورت میں شہادت کی سی نعمت ہے اور زندہ رہنا ان ظالموں کے ساتھ وبال جان ہے۔''

اس خطبہ کا مقصد صرف اصحابؑ کو انجام سے مطلع کرنا اور ان کے عزائم میں پختگی پیدا کرنا ہی ہوسکتا ہے۔

ضرورت تھی کہ اس تقریر کو سن کر اصحابؑ کی جانب سے بھی اپنے اخلاص نیت اور پختگئ عزائم کا کوئی اظہار ہو۔

زہیرؓ کو اس کا احساس تھا کہ میں اس جماعت میں تازہ شریک ہوا ہوں، اس لئے مجھے ایسے مواقع پر سبقت کرنے کا پورا حق حاصل نہیں ہے۔لیکن ان کا قلبی جوش و ولولہ ان کو سکوت کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔چنانچہ امامؑ کی تقریر ختم ہوتے ہی وہ کھڑے ہوگئے اور اصحاب امامؑ سے ان الفاظ میں تقریر کی اجازت مانگی کہ:

''تكلّمون ام اتكلّم'' ''آپ لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں یا میں کہوں؟''

یہ اخلاق ومروت سے بالکل بعید تھا کہ انہیں روکا جاتا۔سب نے کہا کہ نہیں تم تقریر کرو۔

زہیرؓ نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا:

---

(۱) ابصار العین، ص ۱۰۰

”قد سمعنا هداک اللہ یا ابن رسول اللہ مقالتک و اللہ لو کانت الدنیا باقیۃ و کنا فیھا مخلّدین الا فراقھا فی نصرتک و مؤاساتک لأثرنا الخروج معک علی الاقامۃ فیھا۔“

”خدا آپ کی رہنمائی کرے۔ فرزند رسولؐ! ہم نے آپ کے ارشاد کو سنا۔ بخدا اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی مگر جدا ہونا اس سے آپ کی نصرت اور ہمدردی میں ہوتا تو ہم آپ کے ساتھ چلنے کو دنیا کے ہمیشہ قیام پر ترجیح دیتے۔“

امامؑ نے دعائے خیر دی اور ان کے خلوص کی تعریف کی۔ [1]

حرؑ کی مزاحمت پر زہیرؑ کا غصہ

اس وقت جب امامؑ جا رہے تھے اور حرؑ ساتھ ساتھ تھا، اور ابن زیاد کا خط حرؑ کے پاس آیا کہ حسینؑ پر سختی کرو اور انھیں ایسے مقام پر ٹھہرنے پر مجبور کرو جہاں آب و گیاہ نہ ہو۔ جس کا تذکرہ حرؑ کے حالات میں آچکا۔

حرؑ نے امامؑ کو خط کے مضمون سے مطلع کیا، امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہم کو اس قریہ میں جو یہاں سے نزدیک ہے قیام کرنے دو۔ یعنی نینوا یا اس میں یعنی غاضریہ یا اس تیسرے میں یعنی شفیہ۔ لیکن حرؑ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے حکم ہے کہ ایسی جگہ قیام کراؤں جہاں آب و گیاہ نہ ہو۔ اس وقت زہیرؑ نے کہا ”فرزند رسولؐ! ان لوگوں سے جنگ کر لینا آسان ہے بہ نسبت اس فوج سے جنگ کے جو ان کے بعد آنے والی ہے۔ یقین جانئے اس کے بعد اتنا لشکر آئے گا جس سے مقاومت کی طاقت ہم میں نہ ہوگی۔“

حضرت نے فرمایا ”میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔“ زہیر قینؑ نے کہا: ”اچھا بالکل قریب کے اس قریہ کی طرف چلئے جو محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارہ ہے۔ اگر انہوں نے ہم کو روکا تو ہم جنگ کریں۔“ انہوں نے اس قریہ کا نام بتایا ’عقر‘ حضرت نے اسے بھی مناسب نہ سمجھا اور وہیں اتر پڑے جہاں حرؑ کا اصرار تھا۔ [1]

فوج مخالف سے گفتگو

نویں تاریخ کی شام کو جب اہل کوفہ نے دفعتاً امامؑ کی طرف کا رخ کیا اور حملہ کر دیا اور امامؑ نے جناب عباسؑ کو ان کے پاس مکالمہ کے لئے بھیجا۔ جناب عباسؑ بیس سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قینؑ اور حبیبؑ بن مظاہر بھی تھے ان کے سامنے گئے اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ جواب ملا کہ ابن زیاد کا حکم آگیا ہے کہ یا تم سے بیعت لی جائے اور یا جنگ کی جائے۔ جناب عباسؑ یہ کہہ کر کہ میں امامؑ سے جا کر دریافت کرلوں تو آکر جواب دوں، امامؑ کی خدمت میں واپس گئے۔ دوسرے اصحاب سب وہیں کھڑے رہے حبیبؑ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، زہیرؑ بن قین سے کہا کہ ان لوگوں سے کچھ گفتگو کرو اور کہو تو میں بات چیت کروں۔ زہیرؑ نے کہا کہ تحریک اس کی آپ نے کی ہے تو آپ ہی گفتگو بھی کیجئے۔

حبیبؑ نے تقریر شروع کی جو ان کے حالات میں درج ہو چکی ہے۔ [2]

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۲۹

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۳۲

(۲) شہدائے کربلا حصہ اوّل ص ۱۰۴

انہوں نے تقریر کے آخر میں کہا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو قتل کرتے ہو جو عبادت گذار ہیں اور پچھلے پہر سے اٹھ کر خدا کا ذکر کرتے ہیں۔

اس موقع پر عزرہ بن قیس نے فوج دشمن میں سے یہ فقرہ کہا کہ حبیب! تم اپنی تعریف ہر موقع پر کرتے ہو کہ میں بڑا اعبادت گذار ہوں۔

زہیرؓ کو اس بے موقع گستاخی پر غصہ آ گیا، کہنے لگے:

پھر اس میں شک کیا! بیشک حبیبؓ کے نفس کو خدا ہی نے قابل تعریف بنایا ہے اور اس کی رہنمائی کی ہے۔ اے عزرہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اس جماعت کے ساتھ شریک نہ ہو جو گمراہی کی حمایت کر رہی ہے اور پاک نفوس کو قتل کرتی ہے۔

زہیرؓ کی آواز تعجب کے ساتھ سنی گئی۔ عزرہ نے انہیں پہچان کر کہا:

''زہیرؓ! تم تو اس گھرانے کے شیعہ نہیں تھے۔ تم تو عثمانی گروہ میں سے تھے!''

زہیرؓ نے کہا: ''اب اس وقت میرے یہاں کھڑے ہونے سے تو تم سمجھو کہ میں شیعہ ہوں، خدا کی قسم میں نے نہ حسینؑ کو کبھی خط لکھا تھا، نہ کوئی قاصد بھیجا تھا اور نہ نصرت کا وعدہ کیا تھا، لیکن راستہ میں اتفاق سے میرا اور ان کا ساتھ ہو گیا۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو رسولؐ اللہ یاد آئے اور ان کی قرابت کا ان سے خیال آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ دشمنوں کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ بس میں نے طے کر لیا کہ مجھے ان کی مدد کرنا چاہئے اور میں ان کی جماعت میں داخل ہو جاؤں اور اپنی جان ان پر فدا کروں خدا اور رسولؐ کے اس حق کو ادا کرنے کے لئے جسے تم لوگوں نے ضائع و برباد کر رکھا ہے۔[1]

شب عاشور امامؑ کے خطبہ کا جواب

دسویں شب جب امام حسینؑ نے اصحاب کو جمع کیا ہے اور انہیں اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے، اس کے جواب میں بنی ہاشم کے بعد پہلے مسلمؓ بن عوسجہ اور سعیدؓ بن عبداللہ حنفی نے تقریریں کیں جو ان کے حالات میں درج ہو چکی ہیں۔ پھر زہیرؓ بن القین نے تقریر کی اور کہا:

''واللہ لَوَدِدْتُ انّی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اقتل کذا الف قتلة وان اللہ یدفع بذلک القتل عن نفسک و عن انفس ہولاء الفیتة من اہل بیتک۔''

''بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ ایک دفعہ قتل ہوں پھر زندہ ہوں پھر قتل ہوں یوں ہی ہزار دفعہ ہو۔ لیکن آپ اور نیز آپ کے خاندان کے یہ جوان قتل ہونے سے محفوظ رہ جائیں۔[2]

سرداری کا منصب

صبح عاشور جب امامؑ نے اپنی مختصر فوج کو ترتیب دیا تو زہیرؓ بن قین کو میمنہ کا افسر اور حبیبؓ بن مظاہر کو میسرہ کا سردار مقرر کیا تھا۔[3]

اس سے اگر حبیبؓ کے مقابلہ میں ان کی ترجیح نہ بھی ثابت ہو تب بھی ایک نمایاں درجہ ان کے لئے ضرور ثابت ہوتا ہے۔

---

(۱) طبری، ج۶ ص۲۴۳ (۲) طبری، ج۶ ص۲۳۹

(۳) طبری، ج۶ ص۲۴۱

جنگ کے میدان میں موعظہ

ترتیب لشکر اور صف بندی کے بعد جب امامؑ اپنا وہ تاریخی خطبہ فرما چکے جس میں آپ نے اپنے خاندانی خصوصیات اور بیگناہی اور اس کے ساتھ فوج دشمن کے ظالمانہ رویہ پر دلائل قائم کئے تھے تو زہیرؓ بن قین میدان میں نکلے، گھوڑے پر سوار، سر سے پاؤں تک اسلحہ جنگ سے آراستہ، انہوں نے کہا:

"یا اھل الکوفة نذار لکم من عذاب اللہ نذار انّ حقا علی المسلم نصیحة اخیه المسلم و نحن حتی الاٰن اخوة و علی دین واحد و ملّة واحدة مالم یقع بیننا و بینکم السیف و انتم للنصیحة منا اھل فاذا وقع السیف انقطعت العصمة و کنا امّة و انتم امّة ان اللہ قد ابتلانا و ایاکم بذرّیة نبیّه محمدؐ لینظر ما نحن و انتم عاملون انّا ندعوکم الی نصرھم و خذلان الطّاغیة عبید اللہ بن زیاد فانکم لا تدرکون منھما الّا بسوء عمر سلطانھما کلّه لیسملان اعینکم و یقطعان ایدیکم و ارجلکم و یمثلان بکم و یرفعانکم علی جذوع النخل و یقتلان اما ثلکم و قرّاء کم امثال حجر بن عدی و اصحابه و ھانی بن عروة و اشباھه۔"

"کوفہ والو! ڈرو خدا کے عذاب سے ڈرو۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں اور ایک دین کے پیرو ہیں اور ایک ملت پر ہیں جب تک کہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار سے مقابلہ ہو نہ جائے اور اس وقت تک ہماری جانب سے نصیحت اور فہمائش کے مستحق ہو۔ ہاں جب تلوار کی نوبت آجائے تو پھر ذمہ داری ختم۔ پھر ہم ایک امت اور تم دوسری امت۔ یقیناً خدا نے ہمارا اور تمہارا امتحان لیا ہے اپنے نبی محمد مصطفیؐ کی اولادؑ کے بارے میں تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم کیا کرتے ہیں۔ ہم تم کو دعوت دیتے ہیں کہ ان کی مدد کرو اور سرکش عبیداللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑ دو کیونکہ تم ابن زیاد اور اس کے پہلے اس کے باپ سے ان کی تمام مدت سلطنت میں نہیں پاؤ گے سوائے برائی کے، وہ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں پھرواتے رہے ہیں، تمہارے ہاتھوں پیروں کو قطع کراتے اور تمہارے اعضائے جسم کو جدا کراتے اور تم کو سولیوں پر چڑھاتے رہے ہیں اور تمہارے منتخب لوگوں کو اور حفاظ قرآن جیسے حجر بن عدی اور ان کے ساتھی اور ہانی بن عروہ اور ان کے ایسے لوگوں کو قتل کراتے رہے ہیں۔"

کوفہ والے حقیقت کے طالب ہوتے تو اس

نصیحت سے اثر بھی لیتے وہ سب سمجھتے تھے مگر وقتی طمع اور دنیا کی ہوس ان کی آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے تھی۔ انہوں نے زہیرؑ کو گالیاں دینا شروع کردیں اور ابن زیاد کی تعریف کرنے لگے اور کہا ہم اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک تمہارے سردار (حسینؑ) اور ان کے تمام ساتھیوں کو قتل نہ کردیں یا گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس لے جائیں۔''

زہیرؑ اب بھی خاموش نہ ہوئے۔ اور ہدایت کرتے رہے، سرداران فوج کو ہر اس طرح کی تقریر سے یہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ کہیں کسی کے دل پر اثر نہ ہوجائے۔ شمر نے جب دیکھا کہ زہیرؑ کسی طرح خاموش نہیں ہوتے تو زہیرؑ کو تیر مارا اور کہا: ''بس خاموش۔ خدا تیری زبان کو خاموش کرے۔'' زہیرؑ کو شمر کی اس بیجا مداخلت سے غصہ آ گیا۔ انہوں نے سخت لہجہ میں شمر کو مخاطب کیا اور کہا کہ ''میں تجھ سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں، تو تو جاہل ہے۔ تیرے لئے عذاب جہنم کی خوشخبری ہی کافی ہے۔''

شمر نے کہا:

دیکھو! ''تھوڑی دیر میں تم اور تمہارے سردار سب قتل ہوا چاہتے ہیں۔''

زہیرؑ نے کہا:

''افبالموت تخوفنی فواللہ الموت معه احبّ الیّ من الخلد معکم۔''

''تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم حسینؑ کے ساتھ مرنا مجھے تمہارے ساتھ دائمی زندگی حاصل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اس کے بعد پھر وہ لشکر کی طرف مخاطب ہوگئے اور بلند آواز سے کہنے لگے:

''عباداللہ لا یغرنّکم من دینکم ھذا الجلف الجافی و اشباھه فواللہ لا تنال شفاعة محمد صلّی اللہ علیه وآله وسلم قوماھراقوا دماء ذریته واھل بیته وقتلو من نصرھم وذبّ عن حریمھم۔''

''اے اللہ کے بندو! اس بدمعاش ظالم اور اس کے ایسے لوگوں کے فریب میں نہ آؤ۔ خدا کی قسم پیغمبرؐ خدا کی شفاعت ان لوگوں کو نصیب نہیں ہوسکتی جو ان کی اولادؑ اور اہلبیتؑ کا خون بہائیں اور ان کے اعوان و انصار کو قتل کریں۔''

امامؑ زہیرؑ کے مقابلہ میں فوج دشمن کا رویہ دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے شمر کا تیر لگانا اور سخت کلامی کرنا بھی دیکھا۔ اس کے بعد انہیں زہیرؑ کا میدان میں رہنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ آپ نے کسی سے پکار کر کہلوایا۔''

''اقبل فلعمری لئن کان مؤمن آل فرعون نصح لقومه و ابلغ فی الدعاء لقد نصحت لھؤلاء وابلغت لو نفع النصح والابلاغ۔''

''اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور دعوت حق کے فرض کو انجام دیا تھا تو بخدا تم نے اس جماعت کی نصیحت کردی اور تبلیغ کا حق ادا کردیا مگر نصیحت وتبلیغ کا کوئی اثر بھی تو ہو۔''

اس آواز کوسن کر زہیرؓ واپس چلے آئے۔[1]

نمودار اور شہرت

زہیرؓ بن قین حسینی فوج کے ان نمودار اشخاص میں سے تھے جن کا نام فوج دشمن کے لوگوں میں بھی پوری طرح مشہور تھا اور اسے امتیاز حاصل تھا۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوگئی اور فوج مخالف سے یسار اور سالم میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلب کیا انصار امامؑ میں سے عبداللہ بن عمیر کلبیؓ مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ ان دونوں نے نام و نسب پوچھا۔ معلوم ہوا۔ کہا ہم تم کو نہیں پہچانتے۔ ہمارے مقابلہ کے لئے زہیر بن القین یا حبیبؓ بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہئے۔[2]

کارنامۂ شجاعت

''حملہ اولیٰ'' کے بعد، جس میں پچاس آدمی فوج حسینی میں سے ایک ہی مرتبہ شہید ہو گئے تھے، لشکرِ مخالف کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور کوشش تھی کہ اب دم کے دم میں اس مہم کو سر کر دیا جائے۔ اس لئے مختلف صورتوں سے حملے کئے جارہے تھے مگر امام حسینؑ کی بے نظیر سیاست حرب اور ان کے اصحاب کی بے مثال شجاعت ہر حملہ کو ناکامیاب بنادیتی تھی۔[3]

آخر میں شمر نے مخصوص امام حسینؑ کے خیمہ پر حملہ کیا اور اپنا نیزہ خیمہ پر مار کر کہا کہ لاؤ آگ لاؤ، میں اس خیمہ کو اس کے رہنے والوں سمیت جلادوں۔ خیمہ میں ایک شور گریہ وفریاد کا بلند ہوگیا۔

اس وقت زہیرؓ بن قین ہی تھے جنھوں نے اپنے دس بہادر ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا اور شمر اور اس کے ساتھ کی فوج کو خیموں کے پاس سے دور ہٹادیا اور ابوعزّہ ضبابی کو جو شمر کا خاص آدمی اور اس کے قبیلہ سے تھا قتل کر دیا۔

دشمن کی فوج نے جو اپنے ایک ممتاز سپاہی کو قتل ہوتے دیکھا پوری جوش و خروش سے ان دس آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور سخت خونریز لڑائی ہوئی مگر ان بہادروں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور زہیرؓ واپس ہوئے۔[1]

حرؑ کی امداد

جب حبیبؓ بن مظاہر شہید ہو گئے تو حرؓ میدان جنگ میں آئے اور رجز پڑھی۔ زہیرؓ بن قین حرؓ کے پاس میدان جنگ میں آگئے اور حرؓ کے ساتھ مل کر جنگ کرنا شروع کی اور سخت جنگ کی۔ حالت یہ تھی کہ جب ایک نے حملہ کیا اور وہ دشمنوں میں گھر گیا تو دوسرا حملہ کر کے اسے فوج کے حلقہ سے نجات دیتا تھا۔ یہی صورت کچھ دیر تک قائم رہی۔ آخر میں پیادوں کی فوج نے حرؓ کو گھیر کر قتل کر دیا۔[2]

ظہر کی نماز

'بحار' میں ہے کہ امامؑ نے زہیرؓ بن قین اور سعیدؓ بن عبداللہ حنفی سے فرمایا تم دونوں آگے بڑھو یہاں تک کہ میں نماز ظہر پڑھ لوں ۔ یہ دونوں آدمی اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرت نے نماز خوف ادا کی۔

آخری جنگ اور شہادت

ایک انسان کی قوت و طاقت کہاں تک وفا کر سکتی ہے ملاحظہ تو کیجئے۔ زہیرؓ نے ایک دفعہ ظہر کے پہلے امامؑ سے

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۴۳ (۲) طبری، ج۶ ص ۲۴۵

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو 'محاربۂ کربلا' ص ۷۳-۳۳

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۵۱

(۲) طبری، ج۶ ص ۲۵۲

مدافعت کے سلسلہ میں شمر کی فوج سے جنگ کی اور وہ سخت جنگ جس میں ان کا زندہ بچنا ان کی شجاعت کا ایک کارنامہ ہی تھا پھر حرؑ کے ساتھ شریک ہوکر جنگ کی۔

پھر اب امامؑ کی نماز کے موقع پر تھوڑی تعداد کے ساتھ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیا۔

یقیناً ان لڑائیوں میں ان کے دست و بازو جواب دے چکے ہوں گے اور ممکن ہے ان کے کچھ زخم بھی آئے ہوں۔ نماز ظہر کے بعد دشمن بہت قریب آ گئے تھے۔ سعیدؑ بن عبداللہ حنفی شہید ہو چکے اس طرح جس کا حال آپ سن چکے ہیں۔ اب زہیرؑ بن قین نے آخری جنگ کی اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ وہ کہہ رہے تھے:

انا زهير وانا ابن القين

اذ ودهم بالسّيف عن حسين علیہ السلام

''میں زہیرؑ ہوں اور قینؑ کا فرزند ہوں۔ میں اپنی تلوار سے ان کو حسینؑ کے پاس سے دور کروں گا۔''

یوں ہی تھوڑی دیر تک وہ شمشیر زنی کرتے رہے۔ آخر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس دو شخصوں نے حملہ کیا جن کے ہاتھ سے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔(۱)

زیارت شہداء میں ان پر مخصوص الفاظ میں سلام کیا گیا ہے۔

(۶۷) سلمان بن مضارب بن قیس البجلی

زہیرؑ بن قین کے چچا زاد بھائی تھے۔ زہیرؑ ہی کے ساتھ ۶۰ھ میں حج کو گئے تھے۔ واپسی میں جب زہیرؑ امامؑ کی نصرت کے لئے حضرت کے ساتھ ہوئے تو سلمانؑ نے بھی ان کا ساتھ دیا اور روز عاشور ظہر کے بعد شہید ہوئے۔(۱)

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۵۲-۲۵۳

(۶۸) عمرو بن قرظۃ بن کعب الانصاری

نام ونسب

عمرو بن قرظۃ بن کعب بن عمر بن عائذ بن زید مناۃ بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج الانصاری۔

ان کے والد قرظۃ بن کعب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھے۔ جنگ احد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ ۲۳ھ میں زمانۂ عمر بن الخطاب میں رَےؔ ان کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ امیر المومنین علیؑ بن ابیطالبؑ نے اپنی خلافت کے دور میں ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ پھر جب آپ جنگ صفین کے لئے جانے لگے تو ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور کوفہ کی حکومت ابومسعود بدری کے سپرد کی۔ قرظۃ سب لڑائیوں میں حضرت علیؑ کے ساتھ رہے اور آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں انتقال کیا۔

امیر المومنین نے نماز جنازہ پڑھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معاویہ کے ابتدائی زمانہ میں جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا حاکم تھا انتقال کیا۔(۲)

میں نے ان کے حالات تاریخ 'وفیات الشیعہ' میں ۵۱ھ میں درج کئے ہیں۔ ان کے دو فرزند تھے عمرؔو اور علیؔ۔ کربلا میں عمرؔو امام حسینؑ کی طرف تھے۔ غالباً بڑے یہی تھے، اس لئے کہ ان کے والد قرظۃ بن کعب کی

(۱) تنقیح المقال، ج۲ ص ۴۸

(۲) استیعاب برحاشیہ اصابہ، مطبوعہ مصر، ج۲ ص ۲۶۵ و ۲۶۷

کنیت ان ہی کے نام پر ابوعمرو تھی۔ اور زیادہ تر عرب میں کنیت بڑے فرزند کے لحاظ سے ہوا کرتی تھی۔ ان کا چھوٹا بھائی علی لشکر عمر سعد میں تھا۔

ابتدائی حالات

عمرو بن قرظہ کوفہ ہی میں قیام رکھتے تھے۔ وہ امامؑ کی خدمت میں کربلا میں پہنچے۔ ابتدائی تاریخوں میں محرم کی، جب ابھی جنگ قرار نہیں پائی تھی۔ [1]

ممکن ہے یہ صحیح ہو کہ وہ چھٹی تاریخ محرم کی تھی۔ [2]

امامؑ نے ان کو عمر سعد کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم مجھ سے شب کے وقت دونوں لشکروں کے درمیان میں ملاقات کرو۔ [3]

جاں نثاری

نماز ظہر کے وقت جب تمام اصحابؑ میں شہادت کا جذبہ تیز ہو گیا تھا اور شمع امامت کے پروانے جانبازی میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے عمرو بن قرظہ نے جنگ کرنا شروع کی۔ اور وہ کہہ رہے تھے:

قد علمت کتیبة الانصار
انی ساحمی حوزة الذمار
ضرب غلام غیر نکس شاری
دون حسین مھجتی و داری

''(یعنی) تمام انصار کی جماعت جانتی ہے کہ میں ذمہ داری کے حدود کی حفاظت کروں گا۔ ایسے جواں مرد انسان کی طرح شمشیر زنی جو پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔ حسینؑ پر میری جاں اور میرا گھر بار سب فدا ہو۔'' [4]

(۱) ابصار العین، ص ۹۲ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۳۳۶

(۳) طبری، ج ۶ ص ۲۳۵ (۴) طبری، ج ۶ ص ۲۴۸

شیخ ابن نما نے لکھا ہے کہ ان کا مقصود اس سے عمر سعد پر تعریض ہے۔ اس لئے کہ جب امامؑ نے اسے اپنی جانب آنے کی دعوت دی ہے تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے گھر کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ کھود ڈالا جائے گا۔

کچھ دیر تلوار چلانے کے بعد پھر عمرو امامؑ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ جو تیر آتا اسے اپنے اوپر روکتے اور جو وار ہوتا خود سپر بن جاتے تھے۔ آخر زخموں سے چور ہو گئے۔ امامؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: ''کیوں فرزند رسولؐ! میں نے فرض کو ادا کیا؟'' حضرت نے فرمایا: ''ہاں! تم جنت میں میرے آگے جاؤ گے۔ رسولؐ خدا کو میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ میں بھی عنقریب آتا ہوں۔''

بہادر جانباز زخموں کی کثرت سے زمین پر گرا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔ [1]

ان کا بھائی علی بن قرظہ جو فوج عمر سعد میں تھا، صف سے باہر نکلا اور اس نے امامؑ کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور ورغلا کر قتل کرا دیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اس کی ہدایت کی اور گمراہی میں تو تجھے چھوڑ رکھا ہے۔

اس نے کہا: ''خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں قتل نہ کروں یا خود ہلاک ہوں۔'' یہ کہہ کر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کر اسے نیزہ لگایا جس سے وہ گر گیا مگر پھر علاج کے بعد اس کا زخم اچھا ہو گیا۔ [2]

عمرو بن قرظہ انصاری پر زیارت شہداء میں سلام موجود ہے۔

(۱) ابصار العین، ص ۹۲

(۲) طبری، ج ۶ ص ۲۴۸

سپہر کاشانی نے ان کا نام عمرو بن قرطہ لکھا ہے [1] جو غلط ہے۔

(۶۹) نافعؒ بن ہلال جملی

نام ونسب اور قبیلہ

نافع بن ہلال بن نافع بن جمل بن سعد العشیر ہ بن مذحج۔ [2]

عام طور سے لوگوں کی زبان پر اور نیز کتب مقاتل میں ''ہلال بن نافع بجلی'' کا ذکر کیا جاتا ہے مگر یہ درست نہیں ہے۔ [3]

''قبیلہ مراد'' کی ایک شاخ ''قبیلہ مذحج'' ہے اُسی کا ایک شعبہ ''جمل'' ہے جس کی طرف نافع بن ہلال کی نسبت ہے۔ ہلال بن نافع ان کے باپ کا نام تھا جن کی موجودگی واقعۂ کربلا میں ثابت نہیں ہے۔

ہلال کی مشہور روایت وہ شب عاشور کا واقعہ ہے جو 'دمعہ ساکبہ' میں مذکور ہے۔ امامؑ کا تاریکیٔ شب میں خیمہ سے نکلنا اور میدان میں جانا اور ہلال کا ساتھ ساتھ چلنا اور امامؑ کا ہلال کو اپنے اور نیز دوسرے شہداءؑ کے محل قتل کو دکھلانا، پھر واپس آکر جناب زینب کے خیمہ میں جانا اور ہلال کا درخیمہ پہ کھڑے رہنا اور مخدّرۂ علیا کا امامؑ سے کہنا کہ آپ نے اپنے اصحابؓ کا امتحان بھی لے لیا ہے؟ اور ہلال کا اصحاب کو جاکر اس کی اطلاع دینا اور ان سب کا درخیمہ پر آنا اور اطمینان دلانا۔

لیکن جب ہلال کا وجود ہی کربلا میں ثابت نہیں ہے تو اس روایت کی حقیقت معلوم۔

پھر ایک ہلال کی روایت وہ ہے جس میں حضرت سید الشہداؑ کی تشنگی اور ہلال کا عمر سعد کی اجازت سے پانی پلانے کے ارادہ سے جانا اور اس طرف امامؑ کا شہید ہو جانا مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہلال عمر سعد کی فوج میں سے کوئی شخص ہے مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

زیارت شہداء میں جو 'تحفۃ الزائر' میں مذکور ہے ہلال کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لیکن نافعؒ بن ہلال کا ذکر موجود ہے۔

''السلام علی نافع بن ھلال البجلی المرادی۔''

سپہر کاشانی نے جو اس زیارت کو نقل کیا ہے اس میں ہے:-

''السلام علی نافع بن ھلال بن نافع البجلی المرادی۔'' [1]

علامہ ابن شہر آشوب نے بھی زہیرؓ بن قین کی شہادت کے بعد نافعؒ بن ہلال ہی کی جنگ کا تذکرہ کیا ہے۔ [2]

''بجلی کی لفظ یقیناً کتابت کی غلطی ہے اس لئے کہ قبیلہ مراد کی شاخ 'بجیلہ' نہیں ہے وہ 'خثعم' کا شعبہ ہے جس سے زہیرؓ بن قین تھے۔ اور 'مراد' کا شعبہ 'جمل' ہے جس سے نافعؒ بن ہلال تھے۔

خصوصیات

وہ اپنے قبیلہ کے بڑے سردار اور بہادر شخص تھے، حافظ قرآن بھی تھے اسی لئے تذکرۂ حفاظ شیعہ میں بھی ان کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ [3]

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور احادیث

---

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۲

(۲) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۲۶۶ (۳) ابصار العین، ص ۸۹

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۵

(۳) تذکرۂ حفاظ شیعہ حصّہ اول، ص ۱۵۹

کے حامل تھے۔ وہ حضرت کے ساتھ جمل، صفین اور نہرواں کی لڑائیوں میں شریک بھی ہوئے تھے۔ [1]

ابتدائی واقعات

نافعؒ کوفہ سے امامؑ کی روانگی عراق کی اطلاع پاکر روانہ ہوئے اور امامؑ سے راستے میں جاکر ملحق ہوئے۔ وہ اپنا ایک گھوڑا جس کا نام ''کامل'' تھا، کوفہ میں چھوڑ گئے تھے۔ اور ہدایت کر گئے تھے کہ وہ اس کے بعد ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ''عذیب الہجانات'' میں عمرو بن خالد صیداوی، مجمع بن عبداللہ عائذی، جنادہ بن حارث سلمانی وغیرہ پانچ آدمیوں کا جو قافلہ امامؑ کے پاس پہنچا ہے اس کے متعلق تصریح ہے کہ:-

''یجنبون فرسالنافع بن ھلال یقال لہ الکامل۔''

''یہ لوگ اپنے ساتھ ایک کوتل گھوڑا نافعؒ بن ہلال کا لئے ہوئے تھے جس کا نام 'کامل' تھا'' [2]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود اس قافلہ کے ساتھ نہ تھے۔ وہ اس کے پہلے امام کے پاس آچکے تھے، اس وقت جب جناب مسلم کی خبر شہادت بھی نہ آئی تھی۔ [3]

امام کے خطبہ کا جواب

جب امام علیہ السلام سے حرؒ کے لشکر سے ملاقات ہوئی اور حضرت نے ''ذوحسم'' میں وہ خطبہ پڑھا جو زہیر کے حالات میں گذر چکا ہے اور زہیرؒ قین اس کے جواب میں تقریر کر چکے تو نافعؒ کھڑے ہوئے اور کہا:

''یا ابن رسول اللہ انت تعلم ان جدک رسول اللہ لم یقدر ان، یشرب الناس محبتہ ولا ان یرجعوا الی امرہ ما احب وقد کان منھم، منافقون یعدونہ بالنصرو یضمرون لہ الغدر یلقونہ باحلی من العسل و یخلفونہ بامرّ من الحنظل حتّی قبضہ اللہ الیہ وانّ اباک علیا قد کان فی مثل ذلک فقوم قد اجمعوا علی نصرۃ و قاتلوا معہ الناکثین و القاسطین والمارقین وقوم خالفوہ حتی اتاہ اجلہ و مضی الی رحمۃ اللہ و رضوانہ وانت الیوم عندنا فی مثل تلک الحالۃ فمن نکث عھدہ و خلع نیتہ فلن یضر الاّ نفسہ واللہ مغن عنہ فسر بناراشدا معافی مشرقاان شئت و ان شئت مغربافواللہ ما اشفقنا من قدر اللہ ولا کرھنا لقاء ربنا فانا علی نیاتنا و بصائرنا نوالی من والاک و نعادی من عاداک۔''

''فرزند رسولؐ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے جد بزرگوار سے، یہ ممکن نہیں ہوا کہ لوگوں کو اپنی محبت سے سیراب کردیں، اور وہ آپ کی اس طرح اطاعت کرنے لگیں جس طرح آپ چاہتے تھے اور آپ کے ساتھ والوں میں بہت سے منافق تھے جو

---

(۱) ابصار العین، ص۸۶ (۲) طبری، ج۶ ص۲۳۰
(۳) ابصار العین، ص۸۶

آپ سے نصرت کا وعدہ کرتے تھے اور دماغ میں غدّاری کا خیال مضمر رکھتے تھے۔ وہ باتیں ایسی کرتے تھے جو شہد سے زیادہ شیریں ہیں اور کردار میں مخالفت کرتے تھے ایسی جو انتہائی تلخ تھی، یہاں تک کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہوا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؑ کو بھی اسی صورت سے دوچار ہونا پڑا۔ کچھ لوگ آپ کی نصرت پر متفق ہوئے اور آپ کے ساتھ رہ کر ناکثین وقاسطین و مارقین (جمل صفین اور نہروان والوں) سے جنگ کی اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہوئی اور آج ہمارے نزدیک آپ کو وہی صورت درپیش ہے لہٰذا جو شخص اپنے عہد کو توڑے گا اور نیت کو خراب کرے گا وہ خود اپنا برا کرے گا اور خدا آپ کو اس سے لاپرواہ کردے گا، اس لئے کہ بخدا ہم کو خدا کے مقررہ فیصلہ سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اور نہ اپنے رب کی ملاقات (موت) سے ہم کو کوئی کراہت ہے۔ ہم اپنی نیتوں اور اعتقادوں پر قائم ہیں، موالات رکھتے ہیں اس شخص سے جو آپ کے ساتھ موالات رکھے اور دشمن ہیں اس کے جو آپ سے دشمنی کرے۔''

اس کے بعد بریرؓ نے تقریر کی جو ان کے حالات میں آئے گی۔ (۱)

علامہ مامغانی نے لکھا ہے (۲):

''خرج الیٰ الحسین علیہ السلام حین اتی فلقیه فی الطریق بعد وصوله عذیب الهجانات وهو الذی قام بعد خطبة الحسین علیہ السلام عند تضییق الحرّ علیه و نطق بما هو منقول فی کتب السیر ممّا یرضی اللہ و رسوله و اظهر الثبات علی نصرته۔''

''وہ امام حسینؑ کے پاس پہنچنے کے لئے کوفہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کے پاس ''عذیب الہجانات'' میں پہنچے اور یہی وہ ہیں جو امام حسینؑ کے خطبہ کے بعد جب حر نے امامؑ سے مزاحمت کی ہے، کھڑے ہوئے تھے اور وہ تقریر کی تھی جو کتب سیر میں مذکور ہے جس سے خدا اور رسولؐ خوشنود ہوئے ہوں گے اور حضرت کی نصرت پر ثبات واستقلال کا اظہار کیا۔''

یہ اسی خطبہ کا حوالہ ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ لیکن یہ خطبہ ''عذیب الہجانات'' پہنچنے سے پہلے ہے۔ اس لئے یہ درست نہیں ہوسکتا کہ وہ امامؑ کے پاس اس منزل میں پہنچے۔ حقیقت وہی ہے کہ اس منزل میں ان کا خالی گھوڑا آیا ہے اور وہ خود اس کے بہت پہلے آچکے تھے۔

نہر پر جنگ

جب عمر سعد کی جانب سے نہر پر پہرے بٹھا دئے گئے اور امامؑ اور ان کے اصحابؓ پر پانی بند کردیا گیا، اس طرف پیاس کا انتہائی غلبہ ہوا تو امامؑ نے اپنے بھائی ابوالفضل العباسؑ کو پانی لانے پر مامور کیا۔ یہ غالباً آٹھویں

---

(۱) ابصار العین، ص ۸۷ (۲) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۲۶۶

یانویں شب کا ذکر ہے۔ جناب عباسؑ تیس (۳۰) سوار اور بیس (۲۰) پیادوں کے ساتھ بیس (۲۰) مشکیزے پانی کے لئے لے کر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہنچے۔ نافعؑ بن ہلال جملی نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور سب کے آگے ہو گئے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے جو نہر کا محافظ تھا ٹوکا اور کہا: ''کون ہے جو نہر پر جاتا ہے؟'' نافعؑ بن ہلال نے نام بتلایا۔ عمرو بن حجاج قبیلۂ ''زبیدہ'' سے تھا جو مذحج اور مراد کی ایک شاخ ہے اور ''جمل'' بھی مراد کی شاخ۔ اس لئے نافعؑ نے اپنا نام بتایا اور قبیلہ کا پتہ دیا۔ اس نے کہا: ''آنے کا سبب؟'' کہا: ''اسی پانی کے پینے کو جس سے تم نے ہمیں روک رکھا ہے۔'' عمرو نے کہا: ''پیو تم شوق سے تمہیں پینا گوارا ہو'' نافعؑ نے کہا: ''میں تو خود پیوں گا نہیں درصورتیکہ حسینؑ اور ان کے سب اصحابؓ پیاسے ہیں۔'' یہ سن کر فوج آگے بڑھی اور کہا: ''یہ تو ممکن ہی نہیں کہ یہ لوگ سیراب ہوں۔ ہم یہاں مقرر اسی لئے کئے گئے ہیں کہ ان کو پانی پینے سے مانع ہوں۔'' نافعؑ ان لوگوں سے گفتگو کرنے آگے بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم جلدی مشکیں پانی سے بھر لو! پیادے تیزی سے بڑھے اور انہوں نے مشکیں پر کرلیں۔ ادھر نگہبانوں کی فوج آگے بڑھی۔ جناب عباسؑ نے اور آپ کے ساتھ نافع بن ہلال نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا دیا اتنی دیر میں وہ لوگ جو مشکیں لئے ہوئے تھے ساحل سے اوپر آگئے تھے۔ جنگ آزما بہادروں نے ان سے کہا کہ تم خیموں کی طرف چلو اور خود وہیں کھڑے رہے۔ پاسبانوں کی فوج نے پھر بڑھ کر حملہ کیا اور کچھ جنگ ہوئی۔ اس موقع پر نافعؑ بن ہلال نے عمرو بن الحجاج کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جو قبیلہ ''صدا'' سے تھا نیزہ لگایا۔ بظاہر وار اوچھا تھا اور کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا۔ مگر اس کے بعد وہ زخم مہلک ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اصحاب امامؑ پانی لے کر واپس ہو گئے۔ [1]

بریر کے پانی لانے کی روایت جو مشہور ہے اُس کی اصلیت بظاہر یہی ہے۔

امامؑ سے حملہ کی مدافعت

عمرو بن قرظہ کے شہید ہونے کے بعد اُن کا بھائی علی بن قرظہ جو فوج عمر بن سعد میں تھا صف سے باہر نکلا اور امامؑ کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کر کے کہنے لگا کہ: ''تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور فریب دے کر قتل کرا دیا۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اُن کی تو ہدایت کی۔ ہاں تجھے گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے۔'' جاہل بدبخت شخص نے کہا: ''تو سہی جو میں تمہیں قتل کروں یا خود ہلاک ہوں۔'' یہ کہہ کر امامؑ پر حملہ کیا۔ یہ دیکھ کر نافعؑ بن ہلال سامنے آگئے اور نیزہ مار کر اُسے گرا دیا۔ اُس کے ساتھی اُسے اٹھا کر لے گئے اور پھر علاج کے بعد وہ اچھا ہو گیا۔ [2]

مقابلہ

ظہر کے بعد نافعؑ بن ہلال نے جنگ شروع کی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

''انا الجملی انا علیٰ دین علی۔''

''میں قبیلۂ جمل کا شخص ہوں۔ میں علیؑ کے دین پر ہوں۔''

ایک شخص جس کا نام مزاحم بن حریث تھا۔ فوج مخالف سے باہر نکلا، اس نے کہا: ''میں عثمان کے دین پر ہوں۔'' نافعؑ نے کہا ''تو شیطان کے دین پر ہے'' پھر حملہ

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۳۵-۲۳۴

(۲) طبری، ج۶ ص ۲۴۸

کر کے اُسے قتل کر دیا۔ [1]

تیراندازی

نافعؓ تیراندازی میں بڑے مشاق تھے۔ انہوں نے اپنے تیروں کے سوفار پر اپنا نام لکھ دیا تھا اور تیروں کو زہر میں بجھا لیا تھا۔ تیر لگانا شروع کئے اور بارہ آدمیوں کو لشکر مخالف سے قتل کیا اس کے علاوہ بہت سوں کو زخمی کیا۔

گرفتاری اور شہادت

فوج دشمن نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مارنا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں بازو اُن کے شکستہ ہو گئے اور وہ گرفتار کر لئے گئے۔ شمر کچھ سپاہیوں کے ساتھ اُن کو پکڑ کر عمر سعد کے پاس لے گیا۔ اُس نے کہا:

''نافعؓ! یہ تم نے اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

نافعؓ نے کہا:

''میرے ضمیر سے تو خدا واقف ہے۔'' اُن کی داڑھی پر خون جاری تھا۔ اس حالت میں وہ کہہ رہے تھے — ''خدا کی قسم میں نے بارہ آدمی تم میں جان سے مارے ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ میں نے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اگر میرے بازو ٹوٹ نہ جاتے تو تم مجھے اس طرح گرفتار ہرگز نہ کر سکتے۔''

شمر نے کہا: ''اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔'' عمر سعد نے کہا ''تم گرفتار کر کے لائے ہو۔ تم ہی کو اختیار ہے۔''

شمر نے تلوار کھینچی۔ نافعؓ نے کہا: ''اگر تم لوگ مسلمان ہوتے تو کبھی ہم لوگوں کے خون میں ہاتھ نہ

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۴۹

بھرتے۔ شکر خدا کا کہ اس نے ہم لوگوں کی موت اپنے مخلوق میں سے بدترین لوگوں کے ہاتھ سے قرار دی۔''

شمر نے تلوار لگائی۔ نافعؓ شہید ہوئے۔ [1]

صاحبِ 'ناسخ' نے سلسلۂ شہداء میں ہلال بن نافع اور نافعؓ بن ہلال کو دو شخص قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بروایت صاحب روضة الاحباب بعد از شہادت مسلم ہلال بن نافع بجلی آہنگ میدان کرد، او جوانے بدیع جمال و نیکو اندام بود و دو شیزه در خطبه داشت که باوے طریق مضاجعت نسپرده بود چوں ہلال را نگریست که آہنگ قتال دارنه آب از دیده فروریخت و بر دامن او در آویخت که بکجا میروی و مرا باکه میگذاری و به ہائے ہائے بگریست۔ سید الشہداعلیہ السلام چوں قصۂ ایشاں را اصغا نمود ہلال را فرمود امروز اہل تو حرمان ترانتوانند بر تافت و ایشاں را از خویش خورسند نتواں یافت اگر خواہی درکار جہاد طریق مسامحت سپاری و ایشاں را از خویش خورسند داری عرض کرد یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اگر امروز نصرت

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۵۳

تو نجویم فردا بارسولؐ خدائے
چہ گویم وزن را وداع گفت وآہنگ
جہاد کرد وبدیں اشعار انشا وار
جوزہ فرمود۔

ارمی بها معلمة افواقها
والنفس لا ينفعها اشفاقها
مسمومة تجری بها اخفاقها
ليملأن ارضها رشاقها

ہمانا ہلال مردی دلیرو
کمانداری دلاور بود کہ ہر گز
عقاب خدنگش جز مرکزہدف را
نشیمن نساخت۔ ہشتاد تیردر
کنانہ آگندہ داشت باہر خدنگ
مردی را از پشت شبرنگ برزمین
افگند چوں تیر در کنانہ نماند
مردانہ باتیغ حملہ ور گشت و
گفت۔

انا الغلام اليمنی البجلی
دينی علیؑ دين حسينؑ و علی
ان اقتل اليوم فهذا املی
فذاک رأ بی والا قی عملی

مردے از سپاہ ابن سعد کہ
اورا قیس می نامیدند باشمشیر
آختہ بمیدان تاخت ہلال اورا
مجال نہ دادے توانی اورا
بطمورۂ نیراں فرستاد وباتیغ سر
افشاں سیزدہ تن از بداندیشاں را
از پاے در آورد ایں وقت انبوہ
لشکر بضرب سیف و سناں اورا
بجستند و باز واں اورا درہم
شکستند و اورا ماخوذ داشتہ بہ
نزد شمر ذی الجوشن بردند۔ شمر
حکم داد تا سر مبارکش را از تن
دور کردند۔ این وقت نافع بن ہلال
بجلی آغاز مبادرت نمود الخ[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہلال بن نافع میدان جنگ میں گئے اور شہید ہوئے، پھر نافعؒ بن ہلال۔

صاحب ناسخ نے زیارت شہداء سے جو سلام نقل کیا ہے وہ پہلے درج ہو چکا ہے۔

اس میں ان کا پورا نام اس طرح درج ہے:

"السلام علی نافع بن هلال بن
نافع البجلی المرادی۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال بن نافع باپ تھے اور نافعؒ ان کے فرزند۔ اس روایت میں جو مبارز طلبی کے سلسلہ میں درج کی گئی ہے اس کا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ ہلال بن نافعؒ کے ساتھ ان کے فرزند نافعؒ تھے یا نافع کے ساتھ ان کے باپ ہلال بھی تھے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ ہلال نوعمر نوجوان شخص تھے اور ابھی تازہ ان کی شادی ہوئی تھی اور ان کی تازہ عروس ان کے ساتھ تھی یہ امر کہ وہ تیرانداز تھے اور ان کی رجز کا یہ مضمون کہ ان کے تیروں کے سوفار پر ان کے نام کی نشانی موجود تھی نافعؒ کی روایت سے مطابق ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۷ پر۔۔۔)

---

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۶۶

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۵ کا۔۔۔۔۔۔۔۔)

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ"

(سورہ انفال پارہ نہم آیت نمبر ۱۵و۱۶)

کیا کرم حسین صاحب یہاں اپنا یہ لطیفہ پیش فرما سکتے ہیں کہ دنیا میں یہود و نصاریٰ و مشرکین سب ہی موجود ہیں۔ یہ بیچارے بودے بھاگنے والے جو اصحاب نبیؐ کہے جاتے ہیں اور صحابہ کبار بھی اس میں شامل ہیں انہیں کی جان پر غضب توڑا جاتا ہے۔ اور یہی لوگ جہنمی بتائے جاتے ہیں اور کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ جب نبیؐ کے سامنے وہ ایسے تھے تو نبیؐ کے بعد اُن کی کیا حالت ہوگی اور کیا ہم کرم حسین صاحب سے اجازت لے کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب سرداروں کی یہ حالت تھی تو پیرواُن کے کس حال میں ہوں گے، مگر غالباً وہ ہمیں ان باتوں کے کہنے کی اجازت نہ دیں گے۔ دوسرا لطیفہ یہ تھا کہ "ان کے گناہوں کو امام کی جان عزیز سے کیا تعلق" یہ کس نے کہا تھا کہ کوئی تعلق ہے۔ حل حدیث کو دیکھو اور سمجھو آپ کے سمجھ کی دُنیا ذمّہ دار نہیں ہوسکتی۔

(ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ، ماہ جنوری ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۳ تا ۲۷)

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۴ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

ان کے بازوؤں کا ٹوٹنا اور ان کا گرفتار کیا جانا اور پھر شہید ہونا۔ یہ سب نافعؑ کے حالات سے ماخوذ ہے۔ مگر صاحب ناسخ کی مورخانہ نگاہ کو ان میں سے کسی امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔

علامہؒ مامغانی کے قلم سے عجیب طرح کی غلطی ہوئی ہے، انہوں نے نافعؑ بن ہلال کے حال میں پانی لانے کے واقعہ کے تذکرہ میں لکھا ہے [1]:-

"کان فی حملته تلک طعنه من اصحاب عمر بن سعد طعنة ظنّ هلال انها ليست بشيئی ثم انها انتقضت بعد ذلک فمات منها وروی انه اخذاسيراالی عمر بن سعد فقتل شمر و علی التقديرين هو من المستشهدين مع الحسينؑ۔"

"اسی حملہ میں نافعؑ کو عمر سعد کی فوج کے ایک شخص نے نیزہ لگایا جسے ہلال نے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن اسی زخم میں پھر طول ہوا اور ان کا اس سے انتقال ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو گرفتار کر کے عمر سعد کے پاس لے جایا گیا اور شمر نے ان کو قتل کیا۔ بہر حال وہ امامؑ کی ہمراہی میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔"

یہ تاریخ کی عبارت سمجھنے میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اُس حملہ میں نافعؑ کو عمر سعد کی فوج کے کسی شخص نے نیزہ نہیں لگایا تھا بلکہ نافعؑ نے ایک شخص کو نیزہ لگایا اور وہ اس زخم کو کوئی چیز نہیں سمجھا پھر وہی زخم اس کے لئے سبب ہلاکت ثابت ہوا۔ نافعؑ کو اس موقع پر کوئی زخم نہیں آیا تھا۔ وہ اس کے بعد جنگ کر کے زخمی ہوئے ہیں اور گرفتار ہوئے ہیں اور پھر شمر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں۔



---

(۱) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۲۶۶